سیرت النبیؐ کا مطالعہ کیسے کریں؟

مولانا سیّد احمد عروج قادریؒ

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بڑے حصّے ہیں: ایک کا تعلق آپؐ کی ذاتِ گرامی سے ہے اور دوسرے کا تعلق اس دین، اس نظام اور اس پیغام سے ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نازل کیا تھا اور جس پر خود عمل کر کے آپؐ نے دکھایا۔

آپؐ کی ذاتِ گرامی سے جس حصّہ کا تعلق ہے اس کی دو نوعیتیں ہیں:

ایک یہ کہ آپؐ کہاں پیدا ہوئے؟ کب پیدا ہوئے؟ کس خاندان سے اور نبوت سے پہلے آپؐ کے سوانح حیات کیا ہیں؟ نیز یہ کہ ظہور قدسی کے وقت جزیرۃ العرب کے بالخصوص اور پوری دنیا کے بالعموم حالات کیا تھے؟

دوسری نوعیت یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت رسول کیا مقام عطا فرمایا ہے؟ سیرتِ نبویؐ کے دوسرے حصّے کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ اس کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ وہ ایک مکمل اور ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے۔ سیرتِ نبویؐ سے مراد یہ دونوں حصّے ہیں۔

مطالعہ سیرت کی اہمیت

اس کی ایک واضح ناقابلِ انکار اہمیت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور پیروی کے بغیر دین اسلام پر عمل ممکن نہیں ہے۔ کوئی مومن، اسلام کے اوّلین حکمِ اقامتِ صلوٰۃ پر بھی عمل نہیں کر سکتا اگر آپؐ کی قولی و عملی تعلیم اس کے سامنے نہ ہو۔

داعیانِ حق اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں حصّہ لینے والوں کے لیے اس کی مخصوص اہمیت یہ ہے کہ اس کے بغیر وہ یہ مہم سر نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ اقامتِ دین کا آخری نمونہ حضوؐر کی

سیرت میں موجود ہے۔ اگر اس کو نگاہوں سے اوجھل کر دیا جائے تو اقامتِ دین کی جدوجہد کسی اور سمت مڑ جائے گی اور مڑنے والوں کو اس کا شعور بھی نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے آپؐ کی سیرت کو قیامت کے لیے واجب العمل اسوۂ حسنہ کی حیثیت دے دی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ (الاحزاب ۳۳:۲۱) اور تمھارے لیے اللہ کے رسولؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، ان کے لیے جو اللہ کی ملاقات اور روزِ آخرت کی توقع رکھتے ہیں، اور اللہ کو زیادہ یاد کرتے ہیں۔

مطالعۂ سیرت کی اہمیت کے پیش نظر یہ آیت بے حد قابلِ غور ہے اور ضروری ہے کہ ہر مسلمان اور خاص طور سے داعیِ حق کے ذہن میں تازہ رہے تاکہ وہ دعوتِ حق کے ہر موڑ پر اس سے روشنی حاصل کر سکے۔ ہم اس آیت کریمہ کے چند پہلوؤں پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

سب سے پہلی چیز جو سامنے آتی ہے وہ اس آیت کا موقع و محل اور اس کا پس منظر ہے۔ موقع و محل غزوۂ احزاب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس غزوے کی اہمیت یہ ہے کہ پوری سورہ کا نام ہی 'الاحزاب' رکھ دیا گیا ہے۔ اس غزوہ کی خصوصیت یہ ہے کہ قبیلۂ قریش و دیگر قبائل اور یہودیوں کی متحدہ و مشترکہ طاقت (Allied Forces) نے مدینہ منورہ کی چھوٹی سی بستی پر یلغار کی تھی۔ یہ بات عرب کی تاریخ میں بالکل نئی تھی کہ اس طرح کی متحدہ مشترکہ طاقتوں نے کسی بستی پر حملہ کیا ہو۔ یہ صرف اُن کی اسلام دشمنی تھی، جس نے سب کو متحد کر دیا تھا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ تمام غیر اسلامی طاقتیں خواہ ان کے درمیان باہمی اختلافات کتنے ہی شدید ہوں اسلام کے خلاف متحد ہو جاتی ہیں۔ آج بھی یہ حقیقت کھلی آنکھوں سے دیکھی جا رہی ہے۔

اس انتہائی خطرناک موقعے پر منافقین نے جو روش اختیار کی تھی اس پر ان کی بزدلی اور بے حمیتی پہ غیرت دلانے کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصلاً یہ آیت میدانِ جہاد کے تعلق سے نازل ہوئی تھی اور کش مکشِ حق و باطل میں آپؐ کا اسوۂ حسنہ پیش کیا گیا تھا۔ لیکن آیت کے الفاظ عام ہیں، اس لیے زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کی سیرتِ مبارک ہمارے لیے اُسوۂ حسنہ ہے۔ جو لوگ صرف نماز، روزہ اور مخصوص

اوقات کے ذکر وتسبیح میں آپؐ کے اُسوہ پر عمل کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا کامل اتباع کرلیا۔ وہ غلط سمجھتے ہیں اور ان کی پیروی ناقص پیروی ہے۔

دوسری چیز جو آیت کے اندر ہے وہ یہ ہے کہ ہر مدعی آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہیں کرسکتا۔ اس کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں: (۱) اللہ پر ایمان (۲) آخرت پر ایمان (۳) ذکرِ کثیر۔ ایمان وہ نہیں ہے، جس کے مدعی منافقین بھی تھے بلکہ مخلصانہ، زندہ اور مضبوط ایمان ہے اور ذکرِ کثیر (بہت زیادہ اور ہمیشہ ذکرِ الٰہی کرنا) ہی وہ چیز ہے، جو ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر (آخرت کے دن پر ایمان) کو تازگی اور تقویت بخشتا ہے اور جس کا تعلق پوری زندگی سے ہے۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ یہ آیت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام میں حضرت ابراہیمؑ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے اسوہ کو بھی سورۂ ممتحنہ کی دو آیتوں میں مومنوں کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے اور اس کی ایک آیت میں تو الفاظ بھی تقریباً یہی ہیں، جو سورۂ احزاب کی اس آیت کے ہیں۔

پہلی آیت یہ ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (الممتحنہ ۶۰:۴) تم لوگوں کے لیے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا ''ہم تم سے اور تمھارے اُن معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں، ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہوگئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ''۔

دوسری آیت یہ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ (الممتحنہ ۶۰:۶) اُنھی لوگوں کے طرزِعمل میں تمھارے لیے اور ہر اس شخص کے لیے اچھا نمونہ ہے، جو اللہ اور روزِ آخر کا اُمیدوار ہو۔ اس سے کوئی منحرف ہو تو اللہ بے نیاز ہے اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

اس وقت ان آیتوں پر مفصل گفتگو کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مطالعۂ سیرت کی اہمیت کے پیش نظر ان آیتوں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

مطالعۂ سیرت کا مقصد

مطالعۂ سیرت کے مقصد کی تعیین بھی اتنی ہی اہم ہے، جتنی مطالعۂ قرآن کے مقصد کی تعیین اہم ہے۔ جیسا مقصد ہوگا اسی کے لحاظ سے اس کا مطالعہ اور اس سے استفادہ بھی ہوگا۔ اگر کوئی محدود مقصد ہو تو اسی کے اعتبار سے سیرت کا مطالعہ بھی محدود ہوگا اور اس سے استفادہ بھی۔

فرض کیجیے کہ کسی شخص کا مقصد صرف یہ جاننا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانچ وقتوں اور تہجد کی نمازیں کتنی اور کس طرح ادا فرماتے تھے؟ سو کر اُٹھتے تو کیا کرتے تھے؟ مختلف اوقات میں کیا دُعائیں مانگتے تھے اور آپؐ کی نشست و برخاست کیسی تھی؟ تو وہ انھی چیزوں کے مطالعہ کو اہمیت دے گا اور انھی سے استفادہ کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ دین کی کوششوں، سفر طائف کی صبر آزمائیوں، بدر و حُنین کی جنگوں اور کش مکشِ حق و باطل کی مزاحمتوں کے مطالعہ سے اس کو کوئی حقیقی دل چسپی نہ ہوگی، اور سیرت کے اس حصّے پر عمل اور اس سے استفادے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر وہ شخص مقرر ہو تو زیادہ سے زیادہ ان چیزوں کو جلسۂ سیرت، مجالس وعظ کی زیبایش اور اپنی مقبولیت کے لیے استعمال کرے گا۔ اس کے برخلاف جو شخص اپنی پوری زندگی میں سیرتِ نبویؐ سے رہنمائی کا خواہش مند ہوگا، تبلیغ اسلام کو فرض سمجھ کر اس میں لگا ہوگا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدایش سے لے کر وفات تک پوری تاریخ کا اپنے مقصد کے لحاظ سے مطالعہ اور اس سے استفادہ کی پوری کوشش کرے گا۔

سیرتِ نبویؐ کا ماخذ

● اس کا پہلا لاریب فیہ ماخذ قرآنِ کریم ہے۔ افسوس کہ ہمارے ہاں مسلمان جب علمی و عملی حیثیت سے زوال پذیر ہوئے تو مولود سعیدی اور مولود شہیدی جیسی کتابیں سیرت کا ماخذ بن گئیں، جو بیش تر من گھڑت حکایتوں اور روایتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ کتابیں بالخصوص دیہات میں پڑھنے اور میلاد خوانوں کی سہولت کے لیے لکھی گئی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب میں فرمایا تھا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ (قرآن آپ کا اخلاق تھا)۔

ان کا یہ تاریخی اور قیامت تک باقی رہنے والا جملہ تقریروں میں دُہرایا تو بہت گیا اور اب بھی دُہرایا جاتا ہے، لیکن یہ نہیں سمجھا گیا کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے اس جملے میں دراصل قرآن کریم کو سیرتِ نبویؐ کا پہلا ماخذ قرار دیا تھا۔ قرآن کریم سے سیرتِ نبویؐ مرتب کرنے کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر قرآنِ کریم میں ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (التوبہ ۹:۱۲۸) تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آچکا ہے، جس پر تمھارا ہلاکت میں پڑنا بہت شاق ہے۔ وہ تمھاری فلاح کا حریص اور اہلِ ایمان کے لیے سراپا شفقت و رحمت ہے۔

اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کا جو چمن پُر بہار لہک رہا ہے، اگر قرآن اور صحیح احادیث اور سیرت و سوانح کی مستند روایات کی روشنی میں اس کی تصویرکشی کی جائے تو اس کے لیے ایک کتابچے کی ضخامت بھی کافی نہ ہوگی۔ ایک طرف اس سے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (ہم نے آپؐ کو دُنیاوالوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ الانبیاء ۲۱:۱۰۷) کے مفہوم پر روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف اس میں اہلِ ایمان کے لیے اس شفقت و رحمت کا اظہار ہے جو رافت و رحمتِ الٰہی کا مظہر ہے۔ یہاں صرف چند اشارات بیان کیے جارہے ہیں:

پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ تمھارے پاس تم ہی میں سے جو رسولؐ آیا ہے اس پر تمھارا ہلاکت میں پڑنا اور نقصان اُٹھانا بہت شاق ہے۔ وہ تمھیں ہر اس چیز سے بچانا چاہتا ہے جو تمھارے دُنیوی و اُخروی نقصان و ہلاکت کا سبب بنے۔ اس کی جدوجہد اس لیے ہے کہ تم دُنیا اور بالخصوص آخرت کی ہلاکت سے محفوظ رہو۔

دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ وہ تمھارے ایمان کا، تمھاری بھلائی کا اور تمھاری فلاح دارین کا حریص ہے۔ وہ اپنے لیے تم سے کچھ نہیں مانگتا بلکہ تمھاری نجات و فلاح کے لیے اپنی جان کھپا رہا ہے۔

تیسری بات خاص طور پر مسلمانوں سے کہی گئی ہے کہ وہ ان کے لیے رؤف و رحیم اور

سراپا شفقت و رحمت ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رؤف میں دفع شر (بُرائی کو مٹانے) کا اور رحیم میں جلبِ خیر (بھلائی کے حصول) کا پہلو غالب ہے۔ یعنی وہ اہلِ ایمان سے ہرطرح کے شر کو دُور کرنا چاہتا ہے اور ان کے لیے ہرطرح کی خیر کا خواہاں ہے۔ وہ انھیں دُنیا میں مامون و محفوظ اور آخرت میں کامیاب و کامران دیکھنا چاہتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کے ان تین کوزوں میں تین سمندر بند ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ خود اس پاک ذات نے آپؐ کے خلق عظیم کی شہادت دی ہے جس نے آپؐ کو روشن چراغ بنا کر مبعوث کیا تھا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۝۴ (القلم ۶۸:۴) ''اور بے شک آپؐ اخلاق کے بڑے مرتبہ پر ہیں''۔

- سیرت کا دوسرا ماخذ صحیح احادیث ہیں۔ قرآنِ کریم کے بعد مستند و معتبر ہونے کے لحاظ سے صحیح احادیث کا دوسرا درجہ ہے۔ کیوں کہ احادیث کے راویوں کی جتنی چھان پھٹک کی گئی ہے وہ سیرت وسوانح کے راویوں کی نہیں کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم کے بعد صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک صحیح ترین کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ سیرت وسوانح کی روایات صحیح احادیث کے مقابلے میں نہیں لائی جاسکتیں۔ جہاں تک سیرتِ نبویؐ کے دوسرے حصّے، یعنی دین اسلام اور اس کی تعلیمات کا تعلق ہے اس میں تو صحیح احادیث کے دوسرے ماخذ ہونے میں کوئی شبہہ ہے ہی نہیں۔ اور میرے خیال میں جس حصّے کا تعلق آپؐ کی ذاتِ گرامی سے ہے اس میں بھی صحیح احادیث کو سیرت وسوانح کی روایات پر فوقیت حاصل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتیں محفوظ کر کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہم مسلمانوں تک پہنچا دیں۔ مثال کے طور پر آپؐ کی شجاعت و دلیری سے متعلق ایک حدیث پڑھیے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ اَحْسَنَ النَّاسِ وَكَانَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ اَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ نَاسٌ قِبَلَ الصَّوْتِ فَتَلَقَّاهُمْ رَسُوْلُ اللهِ رَاجِعًا ، وَقَدْ سَبَقَهُمْ اِلَى الصَّوْتِ ، وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِیْ طَلْحَةَ عُرْيٍ فِيْ عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا ، لَمْ تُرَاعُوْا قَالَ: وَجَدْنَاهُ بَحْرًا اَوْ اِنَّهُ لَبَحْرٌ قَالَ وَكَانَ فَرَسًا يُبَطَّاُ (صحیح مسلم،

کتاب الفضائل، باب شجاعۃ، حدیث ۶۰۰۶) حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں بہترین تھے۔ آپؐ سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپؐ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔ ایک رات اہلِ مدینہ کسی آواز کی وجہ سے دہشت زدہ ہو گئے۔ کچھ لوگ دریافت حال کے لیے آواز کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوتے ہوئے ملے۔ آپؐ دریافت حال کے لیے ان لوگوں سے پہلے آواز کی طرف جا چکے تھے۔ آپؐ ابوطلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے اور گلے میں تلوار حمائل (لٹکی ہوئی) تھی اور آپؐ فرما رہے تھے: ڈرو نہیں، ڈرو نہیں (ڈر کی کوئی بات نہیں ہے) اور ابوطلحہ کے گھوڑے کے بارے میں جو اپنی چُست رفتاری کے لیے مشہور تھا، آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تو اس کو دریا پایا، یہ کہ وہ دریا ہی ہے۔

● تیسرا ماخذ سیرت اور سوانح کی کتابیں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح پر دُنیا کی ہر زبان میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، لکھی جارہی ہیں اور لکھی جائیں گی۔ اوّلاً چونکہ یہ کتابیں عربی زبان میں لکھی گئی ہیں، اس لیے ان کتابوں کے اصل ماخذ وہی ہیں۔ ان میں سیرت ابن ہشام اور علامہ ابن قیم کی زاد المعاد کا خاص طور پر مطالعہ کرنا چاہیے۔ مطالعہ سیرت کے لیے اُردو میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں درج ذیل مستند، مفصل اور اہم ہیں:

۱- علّامہ شبلی نعمانیؒ اور علّامہ سیّد سلیمان ندویؒ کی سیرت النبیؐ۔ اس کتاب کی سات جلدیں ہیں۔ یہ سیرتِ نبویؐ کا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) ہے۔ ۲- علّامہ سیّد سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمینؐ اور مولانا عبدالرؤف داناپوری کی اصح السیر۔ ۳-مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی سیرتِ سرورِ عالمؐ ۴-نعیم صدیقی کی محسنِ انسانیتؐ ۵-مولانا ابوسلیم عبدالحی کی حیاتِ طیبہؐ ۶-مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کی الرحیق المختوم وغیرہ۔

● سیرتِ نبویؐ کا چوتھا ماخذ تاریخِ عالم کی کتابیں ہیں۔ ہماری رائے میں اگر اسی ترتیب سے سیرت کا مطالعہ کیا جائے، تو یہ سب سے زیادہ مستند اور معتبر طریقہ ہوگا، مثلاً قرآنِ کریم میں آپؐ کے بارے میں کوئی بات کہی گئی ہے وہ مجمل یا عمومی انداز میں ہے تو اس کی تشریح پہلے

احادیث میں تلاش کرنی چاہیے۔ وہاں نہ ملے تو سیرت و سوانح کی کتابیں پڑھنی چاہییں اور اگر ان کتابوں میں بھی نہ ملے تو تاریخِ عالم کی کتابیں پڑھنی چاہییں۔

استفادے کا طریقہ

استفادے کے دو طریقے ہیں: علمی اور عملی۔ علمی طریقے کی تفصیل اُوپر گزری۔ عملی طریقہ یہ ہے کہ دین سے تعلق رکھنے والے ہر معاملے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل کو سامنے رکھ کر اس پر اُسی طرح عمل کیا جائے، جس طرح نبی اکرمؐ نے فرمایا، یا خود اس پر عمل کیا ہے۔ انسان کے ظاہر و باطن کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کی قولی و عملی تعلیم سیرتِ نبویؐ میں موجود نہ ہو۔

قرآنِ کریم نے تکمیل دین اور اتمامِ نعمت کا اعلان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانی نجات و فلاح اور انسان کے روحانی ارتقا سے متعلق کوئی چیز چھوڑی نہیں گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد میں بھی بات واضح فرما دی ہے۔ میں صرف ایک حدیث کے ایک جامع حصّے کا ترجمہ یہاں پیش کرتا ہوں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو تمھیں جنّت سے قریب اور دوزخ سے دُور کرتی ہو، اِلا یہ کہ میں نے تمھیں اس کا حکم دے دیا ہے۔ اور ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو تمھیں دوزخ سے قریب اور جنّت سے دُور کرتی ہو، اِلا یہ کہ میں نے اس سے تمھیں منع کر دیا ہے۔ (مشکوٰۃ، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر)

یہ حدیث امام بغوی نے شرح السنہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے اور ترتیب و الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ یہ حدیث حضرت جابرؓ اور حضرت ابوامامہؓ سے بھی مروی ہے۔ ابن ابی الدنیا، ابونعیم، حاکم اور ابن ماجہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ یہ ایک عظیم الشان حدیث ہے۔

اس تفصیل سے ہمیں معلوم ہوا کہ سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ کیسے کیا جائے؟ آج کے پُرفتن دور میں ہمیں اپنے بچوں کو، اپنے نوجوانوں کو اور دوستوں کو سیرتِ نبویؐ کی کتابوں کے مطالعے کی طرف توجہ دلانا چاہیے۔ سیرت کی کتابوں کو گھروں میں لانا چاہیے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین!

(مرتبہ: سیّد لطف اللہ قادری)